اصلی اور نقلی شیر کی جنگ

کینتھ اینڈرسن

[.... تیسری قسط ....]

میں نے گھڑی پر نظر ڈالی، بارہ بج رہے تھے اور نیند کی وجہ سے ہماری آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں کہ اچانک ندی کے قریب سے ایک عجیب وغریب آواز سنائی دی۔ کوئی اہاہا، اہاہا کہتا جاتا تھا اور پھر اچانک یہی آواز شیر کی گرج میں بدل گئی۔ سنجیو تو سہم کر سکڑ گیا، لیکن میں اپنی رائفل اور ٹارچ سنبھال کر بیٹھ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ سادھو ہمیں ڈرانا چاہتا ہے۔ پہلی آواز سے اس نے اپنے انسانی وجود کا احساس دلانے کی کوشش کی ہے اور دوسری آواز سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اب وہ شیر کے قالب میں آ گیا ہے۔ چونکہ میں بھی ضرورت پڑنے پر شیر کی آواز نکالنے پر قدرت رکھتا ہوں اس لیے سادھو کا ایسی آواز نکال لینا میرے لیے قطعاً باعثِ حیرت نہ تھا۔ میں نے سوچا کہ کیوں ناں اسے ابھی پکڑ لیا جائے۔ میں نے سنجیو کی ہمت بندھائی اور ہم دونوں ٹارچ کی روشنی میں اسی آواز کی طرف دوڑتے گئے، لیکن وہاں دور دور تک سادھو تھا نہ شیر۔ ہم سیدھے اس کی جھونپڑی پر پہنچے، اندر دیا روشن تھا، ہماری آہٹ پا کر سادھو نے ازخود دروازہ کھول دیا اور غضب ناک ہو کر بولا: ”زندگی عزیز ہے تو بھاگ جاؤ، تم شیر کی روح کو ہرگز شکار نہیں کر سکتے۔“

میں حیران تھا کہ سادھو ہم سے پہلے یہاں کیسے پہنچ گیا! میں شکاری ہونے کی حیثیت سے بہت تیز دوڑتا تھا اور جھونپڑی تک پہنچنے کے لیے جو راستہ میں نے اختیار کیا تھا، وہ مختصر تھا۔ سادھو نے ایک بار پھر مجھے الجھن میں ڈال دیا۔ گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے ہم پھر درخت کے نیچے پہنچ گئے اور رات کا باقی

حصہ الاؤ کے نزدیک جاگ کر گزار دیا۔صبح ہونے پر ہم کانڈا گئے، وہاں سے دو بچھڑے خریدے اور الٹے پاؤں واپس آئے۔اس وقت شام کے چار بج رہے تھے اور سورج غروب ہونے میں صرف دو گھنٹے باقی تھے۔دوسری طرف ہمیں نیند نے ستایا ہوا تھا۔دن میں دو تین گھنٹے سونے سے کہاں سکون مل سکتا تھا اور اب تیسری رات جاگ کر گزارنا تھی۔سنجیو کا تو بہت ہی برا حال تھا۔ہم نے جلدی سے چائے تیار کی، کچھ سینڈوچ کھائے اور کچھ کیلے۔باقی چائے تھرماس میں ڈال کر مچان پر رکھ لی۔ایک بچھڑے کو مچان سے پچاس گز کے فاصلے پر باندھ دیا گیا اور دوسرے کو سنجیو اپنی جھونپڑی میں چھوڑ آیا۔بدقسمتی سے اس رات شیر بالکل نہیں دھاڑا اور ہماری تمام محنت اکارت گئی۔ہم صبح تک جاگتے رہے تھے اور سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ایسے سوئے کہ دوپہر کے بارہ بجے آنکھ کھلی۔

سنجیو نے یہ تجویز رکھی کہ ہمیں یہاں سے ہٹ کر ندی کے اور قریب برگد کے درخت پر مچان باندھنا چاہیے۔اس کا خیال تھا کہ شیر ندی پر پانی پینے کے لیے ضرور آتا ہے۔برگد کے درخت پر مچان بھی اچھی اور محفوظ بندھتی ہے۔اس درخت کے پتے چوڑے اور ایک دوسرے سے بہت زیادہ قریب ہوتے ہیں۔مجھے یہ تجویز پسند آئی اور ہم فوراً اس طرف چل دیئے۔سنجیو نے گھنٹہ بھر کی جدوجہد کے بعد برگد کے سہ شاخے پر مچان تیار کی اور بچھڑے کو پچاس ساٹھ گز کے فاصلے پر باندھ دیا۔

جب رات خوب بھیگ گئی اور جنگل میں ہر طرف سناٹا چھا گیا تو اچانک شیر کے دھاڑنے کی آواز آئی۔شیر ایک بار اور گرجا۔یہ آواز سادھو کی جھونپڑی سے آرہی تھی۔میں نے رائفل سنبھالی اور ٹارچ درست کر کے بیٹھ گیا۔ایک پراسرار سکوت طاری تھا۔جنگل میں رات کو شیر عموماً تین چار بار ہی دھاڑتا ہے۔میں اس کی ایک اور آواز سننے کے لیے بے چین تھا۔آدھ گھنٹہ اسی طرح گزر گیا۔معاً مجھے خیال آیا کہ جھونپڑی کے پاس چل کر دیکھنا چاہیے کہ سادھو موجود ہے یا نہیں۔میں نے سنجیو کو ہدایت کی کہ وہ مچان پر بیٹھا رہے، اور اسے یہ بتائے بغیر کہ میں کہاں جا رہا ہوں درخت سے نیچے اُتر آیا۔میں ٹارچ کی روشنی

میں آگے بڑھتا رہا۔ بھری ہوئی رائفل میرے ہاتھ میں تھی۔ میں انتہائی محتاط قدم اٹھا رہا تھا، مبادا 'شیر' بے خبری میں مجھ پر حملہ کر دے۔ جب میں جھونپڑی کے قریب پہنچا، بانسوں کے سوراخوں سے اندر دیئے کی لو صاف نظر آ رہی تھی۔ پہلے تو میں نے چپکے سے ان ہی سوراخوں کے اندر جھانکنے کی کوشش کی، لیکن جب سادھو کے متعلق واضح طور پر کچھ معلوم نہ ہو سکا، تو میں دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ جھونپڑی خالی تھی، سادھو باہر گیا ہوا تھا۔ میرے دل میں ہلکا سا خوف اُبھرا۔ سنجیو کی سنائی ہوئی داستان خیالات میں حقیقت بن کر گھومنے لگی۔ میں جھونپڑی سے باہر نکل آیا اور سادھو کا انتظار کرنے لگا۔ آدھ گھنٹہ گزر گیا، نہ سادھو آیا اور نہ شیر تیسری بار گرجا۔ معاً میرے ذہن میں ایک خیال اُبھرا۔ شیر اپنے ہم جنس کی آواز پر لپکتا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ اصلی شیر بھی کہیں نزدیک ہی موجود ہے، اس لیے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے منہ کے قریب ایک مخصوص زاویے سے حلقہ بنایا اور شیر کی سی آواز نکالی۔

یہ طریقہ میں نے افریقہ کے جنگلوں میں جنگلی قبائل سے سیکھا تھا۔ وہ شیر کا شکار اسی طرح کیا کرتے تھے۔ آواز سن کر جونہی شیر اس جانب بڑھتا، وہ اپنے زہر میں بجھے ہوئے نیزوں سے اس پر حملہ کر دیتے اور آنِ واحد میں شکار کر لیتے تھے۔ میری یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی۔ میری آواز کے جواب میں شیر پھر دھاڑا۔ میں خشک پتوں پر کسی کے چلنے اور اپنی جانب بڑھتے ہوئے قدموں کی چاپ سننے لگا۔ میں جھونپڑی کے قریب ہی جھاڑیوں میں زمین پر لیٹ گیا۔ قدموں کی چاپ کی طرف میری رائفل کا رخ ہو گیا اور میں آنے والے لمحوں کا بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔ اچانک میں نے ایک ہیولا اپنی طرف بڑھتے ہوئے محسوس کیا۔ وہ انسان کی طرح سیدھا دو پاؤں پر چل رہا تھا، لیکن اس کے جسم پر شیر کی کھال لپٹی ہوئی تھی۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ سادھو ہے جو شیر کی کھال اوڑھ کر جنگل میں گھوم رہا ہے اور اب اپنی جھونپڑی میں واپس آ رہا ہے۔ سادھو ابھی مجھ سے پچاس گز دور تھا کہ شیر ایک بار پھر گرجا۔ پھر میں نے المناک منظر دیکھا کہ شیر اور سادھو گتھم گتھا ہو گئے۔ وہاں اونچی اونچی گھاس تھی۔ شیر نے تھپڑ مار کر سادھو کو

نیچے گرالیا تھا اور بری طرح بھنبھوڑ رہا تھا۔ اب مزید وقت ضائع نہیں کیا جا سکتا تھا، لہٰذا میں نے شیر کے سر کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ مجھے سادھو کو بچانے کی بھی پروانہ تھی کیونکہ وہ بھی گاؤں والوں کا اتنا ہی مجرم تھا جتنا کہ آدم خور شیر۔

گولی کی گونج تھمی نہ تھی کہ شیر سادھو کو چھوڑ کر اس سمت متوجہ ہو گیا جدھر سے اس پر گولی داغی گئی تھی۔ میں پوری طرح جھاڑیوں میں چھپا ہوا تھا، لہٰذا میرا دیکھا جانا بعید از امکان تھا۔ دوسری طرف جھاڑیوں میں لیٹا ہوا ہونے کی وجہ سے میں شیر کا درست نشانہ بھی نہیں لے پا رہا تھا، چنانچہ میں نے اللہ کا نام لے کر اُٹھنے کا ارادہ کیا تا کہ شیر پر تاک کر گولی چلا سکوں۔ اس لمحے شیر کے حلق سے ایسی دہشت ناک آوازیں برآمد ہو رہی تھیں کہ اگر کمزور دل آدمی سن لیتا، تو وہیں ڈھیر ہو جاتا۔ میں نے دوبارہ رائفل کندھے سے لگا کر اس کا نشانہ لیا اور اندازے سے گولی داغ دی۔ اس مرتبہ گولی اس سے چند انچ کے فاصلے پر خاک اڑا گئی۔ پہلی گولی نے فقط اس کا شانہ اُدھیڑ ڈالا تھا جبکہ دوسری کچھ نہ بگاڑ سکی، البتہ شیر کو اتنا علم ہو گیا کہ اس پر گولیاں کس سمت سے داغی جا رہی ہیں۔

کچھ دیر بعد اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ اتنی دور سے بھی مجھے اس کی آنکھوں سے قہر و غضب کی چنگاریاں پھوٹتی دکھائی دیں اور رائفل میرے ہاتھوں میں لرزنے لگی۔ میں نے کھڑے ہو کر بڑی فاش غلطی کی تھی۔ مجھے لیٹے لیٹے ہی اس پر گولی چلانی چاہیے تھی، مگر اب کیا ہو سکتا تھا! میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر وہ مجھ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر لیتا تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے بچا نہیں سکتی تھی۔ میں بے اختیار الٹے قدموں پیچھے ہٹنے لگا۔ ساتھ ہی لرزتے ہاتھوں سے رائفل دوبارہ بھرنے کی کوشش بھی کرتا رہا۔ میری نگاہیں جیسے درندے کے وجود سے چپک کر رہ گئی تھیں۔ آس پاس کی مجھے کچھ خبر نہ تھی۔ دراصل ایسے مواقع پر درندے پر سے نظریں ہٹانا موت کو دعوت دینے کے برابر ہوتا ہے۔

شیر کے شانے سے خون کا فوارہ اُبل رہا تھا، اس کے باوجود وہ پہلے سے بھی زیادہ خوفناک انداز میں

گرجا۔گرج سن کر میں سہم گیا اور کارتوس میرے ہاتھوں سے چھوٹ کر نیچے جا گرے۔موت مجھ سے چند گز کے فاصلے پر تھی۔کسی بھی لمحے زخمی درندہ جست لگا کر مجھے راہِ عدم کا مسافر بنا سکتا تھا۔جیسے تیسے میں نے رائفل دوبارہ بھری اور ایک ٹیلے کی اوٹ میں ہو گیا۔چند ثانیوں بعد میں نے ٹیلے کی اوٹ سے سر باہر نکال کر دیکھا تو شیر کہیں نظر نہ آیا۔البتہ خون کی لکیر دور سے چمکتی نظر آ رہی تھی۔اس دوران سنجیو بھی وہاں پہنچ گیا۔''آپ ٹھیک تو ہیں ناں صاحب جی؟''اس نے اکھڑی ہوئی سانسوں کے درمیان سوال کیا۔

میں نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنی رائفل دوبارہ گولیوں سے بھر لی۔میری نظریں جنگل کے اس حصے پر مرتکز تھیں جدھر شیر روپوش ہوا تھا۔چند ثانیوں بعد میرے اندازے کی تصدیق ہوگئی۔جنگل کے اسی حصے سے شیر کی درد و تکلیف سے بھرپور دھاڑیں سنائی دیں۔

زخمی شیر ہو یا کوئی اور درندہ، اس کا فوری تعاقب جان لیوا بھی ثابت ہوسکتا ہے۔اسے تلاش کرنے کا بہترین وقت وہ ہوتا ہے جب زخم ٹھنڈے پڑ جائیں اور خون بکثرت بہہ جانے کے باعث اس پر نقاہت غلبہ پا لے۔

سادھو آدم خور کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ چکا تھا۔اس کی لاش اسی کھال میں لپٹی ہوئی تھی جسے اوڑھ کر وہ لوگوں کو شیر بن کر جھانسا دیا کرتا تھا۔یہ اس کی بدقسمتی ہی تھی کہ جب اس نے شیر کا ناٹک رچایا تو انہی دنوں حقیقتاً ایک شیر اس علاقے میں مویشی خور بن بیٹھا۔اگر وہ غلطی سے چرواہے کو نوالا نہ بناتا تو یقیناً آدم خور نہ بنتا۔بہرحال مجھے یقین تھا کہ سادھو بھی آدم خوری کی لت میں مبتلا تھا اور نہ جانے اب تک کتنے انسانوں کو لقمہ اجل بنا چکا تھا۔بعدازاں اس کی جھونپڑی سے نہ صرف شیر کی ایک دوسری کھال برآمد ہوئی، بلکہ ایک ایسا آلہ بھی ملا جس کی مدد سے سرکس میں کام کرنے والے بازی گر شیر کی سی آواز نکالتے ہیں۔سادھو کی موت کا مجھے یہ فائدہ ہوا کہ گاؤں والوں کے سامنے اس کا راز فاش ہوگیا اور انہیں میری

باتوں پر یقین آنے لگا۔

بہرحال اب درندے کا کام تمام کرنا میری اخلاقی ذمے داری بن گئی تھی۔ میں سنجیو کو ساتھ لیے واپس گاؤں آ گیا۔ دو گھنٹوں کی اس تکلیف دہ مہم نے میرے اعصاب کو اتنی بری طرح جھنجھوڑ دیا تھا کہ میں سنجیو کی جھونپڑی میں سوائے آرام کرنے کے کچھ نہ کر سکا۔ شیر کی دھاڑیں اور فائرنگ کا شور سن کر گاؤں والوں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ ہمارا درندے سے سامنا ہو چکا ہے، البتہ درست صورت حال بعدازاں سنجیو کی زبانی معلوم ہوئی۔

''اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟'' دوپہر کے کھانے پر سنجیو نے مجھ سے پوچھا۔

''مجھے یقین ہے کہ زخمی شیر زیادہ طویل مسافت طے نہیں کر سکے گا۔'' میں نے جواب دیا۔ ''ایسے میں ہانکا کرانے کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔''

''گاؤں کی اکثریت سادھو کی کہانی پر یقین رکھنے والوں کی ہے۔'' سنجیو نے تلخ مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ ''بزدل ہونے کے باعث وہ کبھی اس امر پر رضامند نہیں ہوں گے کہ زخمی درندے کی موجودگی میں ہانکا کریں، ہاں دوسرے گاؤں سے مسلمان جوان بلائے جا سکتے ہیں۔''

''جب تک وہ آئیں، زخمی شیر ہماری دسترس سے دور جا چکا ہوگا۔'' میں نے جواب دیا۔ ''اب یہی ہو سکتا ہے کہ میں خون کے نشانات کے ذریعے درندے کا تعاقب کروں۔''

افسوس درندہ ہماری توقع سے کہیں زیادہ مکار اور طاقتور نکلا۔ اُسی رات اس نے ایک اور ہولناک واردات کر ڈالی۔ نیا واقعہ پچھلے تمام واقعات سے زیادہ لرزہ خیز تھا۔ شیر آدھی رات کے قریب ایک باڑے میں گھس گیا جس میں گائے بھینسیں بندھی ہوئی تھیں۔ رکھوالا دروازے کے پاس ہی سویا ہوا تھا۔ شیر ایک موٹے تازے بچھڑے کو شکار بنا کر اسے باہر گھسیٹ رہا تھا کہ مویشیوں کی بھگدڑ سے رکھوالے کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے درندے کو دیکھا تو بدحواس ہو کر چیختا ہوا وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ دیکھ کر

شیر نے بچھڑے کو چھوڑا اور رکھوالے کا کام تمام کر ڈالا۔ بہرحال شور شرابا سن کر جب تک گاؤں والے وہاں پہنچے، شیر اپنے تازہ شکار سمیت رفو چکر ہو چکا تھا۔ مجھے اطلاع دی گئی۔ میرے لیے یہ کوئی معمولی خبر نہ تھی۔ اگر یہ واردات اسی شیر کی تھی تو اس کا مطلب تھا کہ میری چلائی ہوئی گولی سے اسے کوئی کاری نقصان نہیں پہنچا تھا۔ میں نے اسی وقت سنجیو کو ساتھ لیا اور باڑے پہنچ گیا۔ اندر ہر طرف خون بکھرا ہوا تھا۔ باقی جانور ہٹا دیے گئے تھے۔ ایک طرف مُردہ بچھڑا خون میں لت پت پڑا تھا۔ شیر نے اس کی گردن توڑ ڈالی تھی۔ دروازے کے قریب بدقسمت رکھوالے کے خون کے دھبے اور جا بجا ایسے نشانات تھے جن سے پتا چلتا تھا کہ شیر اسے گھسیٹتا ہوا لے گیا ہے۔

پنجوں کے نشانات سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ وہی زخمی شیر تھا۔ باہر بھی ایسے نشانات خاصی دور تک نظر آئے۔ میں نے ان کی رہنمائی میں شیر کے تعاقب کا فیصلہ کر لیا۔ مجھے یقین تھا کہ شیر اپنے شکار کا کچھ حصہ کھانے کے بعد اسے کہیں چھپا دے گا۔ ایسے میں اگر ہم لاش کے قریب مچان بنا لیں تو ہمیں کامیابی مل سکتی ہے۔

صبح کاذب کا اُجالا ہونے کو تھا جب میں سنجیو کے شدید اصرار پر اسے ساتھ لیے ضروری ساز و سامان سے لیس ہو کر، خون اور رگڑنے کے نشانات کا معائنہ کرتا آدم خور کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ کسی بھی آدم خور کو تلاش کر کے ہلاک کرنا شکار کا خطرناک ترین مرحلہ ہوتا ہے، خاص طور پر جب اس کے قبضے میں تازہ شکار بھی ہو۔ جنگل کی حدود تک تو ہم بآسانی نشانات کا تعاقب کرتے رہے۔ پھر جھاڑ جھنکار کا سلسلہ شروع ہوتے ہی ایک ایک کر کے نشانات مفقود ہونے لگے۔ وجہ شاید یہ تھی کہ ابھی سورج پوری طرح طلوع نہ ہوا تھا۔ دوسری طرف جنگل کی نوعیت بھی ایسی تھی کہ شیر کو پیدل تلاش کرنے میں کئی خطرات پوشیدہ تھے۔ گھنی جھاڑیاں، تناور درخت، چٹانیں، ٹیلے، نالے اور اندھے گڑھے۔ وہ بڑا ہی ہیبت ناک جنگل تھا۔ طلوع آفتاب نے اگرچہ ہمارے لیے خاصی آسانی پیدا کر دی مگر اچانک درندے

کے آثار غائب پا کر میری روح مضطرب ہوگئی۔ سنجیو کو میں نے آگے چلنے کی ہدایت کر رکھی تھی مبادا وہ میری غفلت میں درندے کا نوالہ بن جائے۔ (بشکریہ: روزنامہ جسارت)

(Jasarat Magazine, November 25, 2012)

[.... آخری قسط ....]

ہم لوگ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک جنگل میں چکر لگاتے رہے مگر آدم خور تو کجا کوئی ایسی نشانی بھی نہ ملی جو اس کی موجودگی کی چغلی کھاتی۔ نشانات کچھ تو مٹ گئے، کچھ اگر ہوں گے بھی تو نظر نہیں آئے۔ جنوب کی طرف جنگل قدرے چھدرا اور زمین ہموار تھی۔ بعض اوقات قدرت نیک کاموں میں قابل قدر مدد کرتی ہے۔ جنوب کی طرف مڑ کر ہم املی کے ایک درخت کے پاس سے گزر رہے تھے کہ اچانک مور کی آواز سن کر ہمارے قدم ساکت ہوگئے۔ مور اور شیر کی دوستی مشہور ہے، مگر یہ دوستی اسی وقت قائم ہوتی ہے جب شیر کا پیٹ خوب بھرا ہوا ہو اور اسے دانتوں میں خلال کی ضرورت پیش آئے۔ بصورتِ دیگر خون میں کھیلنے والے ہلاکت آفریں شاہِ جنگل سے سبھی چرند پرند کنی کتراتے ہیں۔

وہ تیز چیخ نما آواز جو ہم نے اس لمحے سنی، مور صرف اسی وقت نکالتا ہے جب شیر کے تیور جارحانہ ہوں۔ میری اور سنجیو کی نگاہیں ایک پل کے لیے چار ہوئیں اور میں یہ سوچنے لگا کہ ممکن ہے مور نے شیر کے بجائے کسی دوسرے درندے کو دیکھ کر یہ آواز نکالی ہو۔ بہر حال اب ہمارا رخ فی الفور اس طرف ہو گیا جدھر سے مور کی آواز آئی تھی۔ وہ علاقہ کسی قدر دشوار گزار بھی تھا۔ جا بجا خاردار جھاڑیاں اور اونچے نیچے ٹیلے تھے۔ جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے گئے جنگل زیادہ خطرناک ہوتا گیا۔ ساتھ ہی ہماری رفتار بھی کم ہوگئی کیونکہ خاردار جھاڑیاں ہماری راہ میں مزاحم تھیں۔ بہر حال ہم پھونک پھونک کر قدم رکھتے آگے بڑھتے رہے۔ سنجیو کو میں بار بار اشارہ کرتا کہ زمین کی طرف دیکھ کر خون کے دھبے یا کوئی اور نشان

تلاش کرنے کی کوشش کرتا رہے۔

ہم برگد کے نہایت پرانے درخت کے سائے تلے سے گزر رہے تھے کہ سنجیو رک گیا۔ مجھے اس کے چہرے پر خوف و دہشت کے آثار نظر آئے۔ اب جو میں نے اس طرف نظر دوڑائی، تو میرا وجود بھی کانپ گیا۔ ہم سے تقریباً دس گز دور جھاڑی کے پاس ایک انسانی لاش اس طرح پڑی تھی کہ اس کا دھڑ جھاڑی کے اندر جب کہ دونوں ٹانگیں باہر نکلی پڑی تھیں۔ سنجیو کے تاثرات دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ یہ اسی بدقسمت رکھوالے کی لاش تھی جسے آدھی رات کے وقت شیر نے گاؤں سے اٹھایا تھا۔

میری شکاری زندگی کا وہ عجیب نظارہ تھا۔ کوئی بھی شیر خصوصاً آدم خور اپنے شکار کو اس طرح کھلا نہیں چھوڑتا۔ میرا ذہن یہ گتھی سلجھانے میں مصروف تھا کہ دفعتاً قرب و جوار سے ایک مہیب آواز سنائی دی اور میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ یقیناً شیر ہی کی آواز تھی۔ جنگل کے پُر ہیبت سناٹے میں اگر کوئی عام جانور بھی بولے، تو دل پر دہشت طاری ہو جاتی ہے، وہ تو شیر تھا، جنگل کا فرمانروا... ! پل بھر کے لیے تو ہم دونوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ ساتھ ہی مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ ہم دونوں آدم خور کی عیاری کا شکار ہو چکے تھے۔ مکار درندے نے دراصل ہمیں اپنے جال میں پھانس لیا تھا۔

بہر حال اب درپیش صورت حال سے نمٹنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ میں نے جلدی سے ایک رائفل سنجیو کو پکڑائی اور اس کے ساتھ پیٹھ جوڑے چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔ اس وقت درخت پر چڑھنے کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔ ایک پل کی بھی غفلت موت کو دعوت دینے کے برابر تھی۔ میں ہمہ تن چشم و گوش بنا، رائفل پر گرفت مضبوط کیے کسی بھی جھاڑی سے شیر کے برآمد ہونے کا منتظر تھا۔

اچانک تیس گز دور گھنی جھاڑیوں میں سرسراہٹ ہوئی اور میں نے ایک بھاری بھرکم وجود کو جھاڑیوں سے نکل کر اپنی طرف حملہ آور پایا۔ وہ یقیناً وہی شیر تھا مگر اس میں وہ پھرتی نہ تھی جو ایک تندرست درندے

میں ہوتی ہے۔ میرے خیال میں اس کا ایک شانہ صحیح طور پر کام نہیں کر رہا تھا۔

آدم خور درندہ میری طرف بڑھ رہا تھا جبکہ میں مچان پر بیٹھے ہونے کے بجائے زمین میں کھڑا اسے تک رہا تھا۔ عین اُس وقت جب شیر کے اور میرے درمیان بیس گز کا فاصلہ رہ گیا، میں نے اس کے وجود پر نگاہیں گاڑ کر رائفل کندھے سے لگالی۔ جنگل میری رائفل کے ہولناک دھماکوں اور آدم خور شیر کی ہیبت ناک آوازوں سے گونج اٹھا۔ دونوں گولیاں اس کے جسم سے آر پار ہوگئیں۔ وہ مٹی کے بت کی طرح زمین پر آرہا مگر چشم زدن میں دوبارہ کھڑا ہو گیا۔ اب میرے اور اس کے درمیان فاصلہ ہی کتنا رہ گیا تھا... بمشکل سات آٹھ گز۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ دو اور گولیاں اس کے دونوں شانوں کے درمیان داغ دیں۔ شیر کیا تھا قیامت تھا، اتنی گولیاں کھا کر بھی وہ پھر اچھلا اور مجھے اس کا چہرہ اور پنجہ اپنے سے چند فٹ کے فاصلے پر ابھرتا نظر آیا۔ وہ بدبخت مجھے موت کی آغوش میں پہنچانے کا پورا انتظام کر چکا تھا اگر عین اس لمحے سنجیو شیر پر گولی نہ داغتا۔ گولی نے دونوں آنکھوں کے عین درمیان اس کی پیشانی کا مہلک بوسہ لیا اور شیر کا پورا جسم کانپ گیا۔ وہ پشت کے بل پلٹ کر گرا اور بغیر آواز نکالے ساکت ہو گیا۔

یوں نیل گری کا وہ گاؤں ایک بار پھر امن کا گہوارہ بن گیا جس کی فضاؤں میں کچھ عرصہ قبل ایک مکار سادھو اور آدم خور شیر قیامت بن کر نازل ہوئے تھے۔ (بشکریہ: روزنامہ جسارت)

(Jasarat Magazine, December 02, 2012)

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]